تذکرۂ عبد العلیٰ

مولانا عبد العلی صاحب میرٹھی ثم دہلوی محدث مدرسہ
عبد الرب و تلمیذ رشید حضرت نانوتوی کی
مختصر سوانح حیات

جامع و مرتب

مرغوب احمد لاجپوری

دیوبندی

ناشر
رشید احمد بن اسمٰعیل (بھائی میاں صاحب) لاجپوری
ڈپوسٹ۔ لاجپور، وایا سچین، ضلع سورت گجرات ۳۹۴۲۳۵

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ

صالحین کے ذکر خیر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے

تذکرۂ عبدالعلی

مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی ثم دہلوی محدث مدرسہ عبدالرب وتلمیذ رشید حضرت نانوتوی کی

مختصر سوانح حیات

جامع و مرتب

مرغوب احمد لاجپوری

دیوبندی

:: ناشر ::

مولوی رشید احمد بن اسمٰعیل (بھائی میاں صاحب) لاجپوری
مقام وپوسٹ، لاجپور، وایا سچین، ضلع سورت گجرات ۳۹۴۲۳۵

عبد العلی

کتاب کا نام :- تذکرۂ عبد العلیؒ

مرتب و جامع :- مولانا مرغوب احمد بن اسمٰعیل عرف بھائی میاں بن مفتی مرغوب احمد لاجپوری حال مقیم ڈیوزبری (یو-کے)

ناشر :- مولوی رشید احمد بن بھائی میاں لاجپوری۔

کل صفحات :- ۴۴

طبع اوّل :- ۱۰۰۰ عدد

سنہ طباعت :- جولائی ۱۹۹۳ء محرم ۱۴۱۴ھ

قیمت :-

ملنے کے پتے :-

مولوی رشید احمد بن بھائی میاں صاحب مقام و ڈاکخانہ لاجپور ضلع سورت (گجرات) انڈیا - ۳۹۴۲۳۵

فہرست مضامین :-

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

دارالعلوم دیوبند برصغیر کی وہ عظیم علمی درسگاہ ہے جس سے گذشتہ صدی میں علم و فضل کے ایسے آفتاب پیدا ہوئے جنہوں نے ایک دنیا کو جگمگا کر رکھ دیا یوں تو درسگاہیں دنیا میں بہت سی قائم ہوئیں اور دینی درسگاہوں کا کسی دور میں فقدان نہیں رہا، لیکن اللہ تعالےٰ نے دارالعلوم دیوبند کو جو فضیلت اور امتیاز بخشا وہ بہت کم دوسرے دینی اداروں کے حصہ میں آیا۔

مولانا محمد یٰسین صاحبؒ م ۱۳۵۵ھ والد ماجد مفتی محمد شفیع صاحبؒ م ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء فرمایا کرتے تھے کہ:

"ہم نے دارالعلوم کا وہ زمانہ دیکھا ہے جب اس کے چپراسی سے لے کر صدر مدرس اور مہتمم تک ہر شخص صاحب نسبت ولی کامل تھا، دن کے وقت یہاں علوم و فنون کے چرچے ہوتے اور رات کے وقت اس کا گوشہ گوشہ اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن سے گونجتا تھا۔"

چنانچہ اس دور میں جو شخصیتیں دارالعلوم سے تیار ہوئیں انہوں نے عبادات، معاملات، اخلاق و معاشرت، سیاست اور اجتماعی امور میں ایسے ایسے تابناک کردار پیش کیے ہیں کہ آج اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، ان میں ہر شخص اسلام کی مجسم تبلیغ تھا۔ اور علم و عمل کا آفتاب ہونے کے باوجود عبدیت و تواضع کا پیکر تھا، انکا پورا ماحول سادگی اور بے تکلفی کا تھا۔ انہیں کی شان میں کہا گیا ہے۔

خدا یاد آئے جنکو دیکھکر وہ نور کے پتلے ÷ نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظل رحمانی
یہی ہیں جنکے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر ÷ انہیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہیں کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے ÷ انہیں کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں ÷ پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزا آئے ÷ اور آئے اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

انہی بابرکت ہستیوں میں ایک مشہور و معروف ہستی ہے دارالعلوم دیوبند کے بانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ (م ۱۲۹۷ھ) کے تلمیذ رشید ہر علم وفن میں یکتائے روزگار جلیل القدر محدث، مدرسہ عبدالرب دہلی کے صدر مدرس و شیخ الحدیث نمونۂ سلف حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی ثم دہلوی نوراللہ مرقدہ کی، جنہوں نے سالہاسال تک دیوبند، سہارنپور، مرادآباد اور آخر میں دہلی کی مسند درس پر جلوہ افروز ہوکر دنیا میں علم وعرفان کے چشمے جاری کئے۔ اور ایسے تلامذہ تیار کئے جنہوں نے اپنی قوت علم سے تصنیف وتقریر وتبلیغ کے ذریعہ پورے عالم کو فیض پہنچایا اس رسالہ میں مولانا کا بہت مختصر تذکرہ جو مختلف کتابوں سے دست یاب ہوا مرتب کیا گیا ہے، اگرچہ یہ اس قابل نہ تھا کہ اسے شائع کیا جائے کیونکہ بہت سی چیزیں باوجود تلاش وجستجو کے مل نہ سکیں مگر اس خیال سے کہ " مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ "۔ جتنا مل سکا مرتب کردیا۔

ان حالات کے تتبع کی وجہ یہ ہوئی کہ آج سے تقریبًا دو سال پہلے راقم الحروف نے اپنے جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحبؒ کی سوانح مرتب کرنے کا ارادہ کیا اور اس کیلئے مواد فراہم کرنا شروع کیا جب مفتی صاحب موصوف کے اساتذہ پر نظر پڑی تو یہ جان کر کہ موصوف نے بخاری شریف مولانا عبدالعلی صاحبؒ سے پڑھی ہے آپ کا مختصر تذکرہ بھی تلاش کرنا شروع کردیا، آخر اس خیال سے کہ

جتنا جمع ہوا ہے اگر مرتب کر دیا جائے تو نہ صرف یہ کہ نزول رحمت خداوندی کا سبب ہو کیونکہ بقول بزرگوں کے "عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ۔ صالحین کے ذکر خیر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے، بلکہ ان حضرات کے طفیل حق تعالیٰ اس روسیاہ کو بھی بخشدے ؎

شنیدم کہ در روز امید و بیم ٭ بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم
احب الصالحین ولست منہم ٭ لعل اللہ یرزقنی صلاحا

شروع میں ارادہ تھا کہ مولانا عبد العلی صاحبؒ کے فوائد درس بھی اس رسالہ کے آخر میں تفصیل سے نظر ناظرین کرونگا اسلئے کہ مولاناؒ کی تقریر بخاری شریف آپکے ایک لائق تلمیذ رشید مولانا محمد یوسف صاحب لاجپوریؒ نے قلمبند فرمائی تھی مگر عین وقت پر مجھے باوجود کوشش کے وہ دستیاب نہ ہوسکی، کاش مجھے وہ تقریر مل جاتی تو مولاناؒ کے کچھ قیمتی فوائد درس محفوظ ہو جاتے، مگر ؎

ما کل ما یتمنی المرء یدرکہ ٭ تجری الریاح بما لا تشتھی السفن

درمیان تذکرہ مولانا کے اساتذہ و تلامذہ یا رفقائے درس میں سے کسی کا نام آگیا تو حاشیہ میں ان کا مختصر تذکرہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔

احسان فراموشی ہو گی اگر میں رفیق محترم مولانا عبد الحئی سیدات صاحب لاجپوری کا شکریہ ادا نہ کروں جنھوں نے مشاغل رمضان کے باوجود نظر ثانی فرمائی اور جہاں کوئی بات قابل اصلاح سمجھی وہاں اصلاح فرمائی اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے آمین۔

آخر میں ناظرین سے درخواست ہے کہ میں نہ مصنف ہوں نہ مؤرخ اس لئے ارباب نظر کسی جگہ کوئی غلطی محسوس فرمائے تو بجائے تنقید کے اصلاح فرمائے۔

حق تعالےٰ اس ناقابل ذکر خدمت کو جس کی مجھے توفیق ملی ورنہ ؎
کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل ؛ نسیم صبح تیری مہربانی
شرف قبولیت عطا فرمائے اور میرے لئے ذریعہ نجات بنائے آمین ۔

؛ ؛ ؛

مرغوب احمد لاجپوری ۔
ڈیوزبری
۲۸ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۲ء
بروز شنبہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

علماء دیوبند میں ایسے مشاہیر پیدا ہوئے جو اپنے وقت کے امام ملت علم و عمل کا نمونہ اور خواص وعوام کی رشد و ہدایت کا مرکز تھے، اور روایت حدیث، رنگ تفسیر و فقہی مسائل میں راسخ تھے، حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی ؒ کی ذات بابرکت کا شمار بھی انہیں راسخین فی العلم میں ہوتا ہے جو اپنے زمانہ میں عظیم محدث وسلف کی صحیح یادگار تھی۔

ولادت

مولانا کی ولادت تقریباً ۱۲۷۰ھ میں ضلع میرٹھ کے قصبہ "عبداللہ پور" میں ہوئی، والد ماجد کا نام نصیب علیؒ تھا۔

تعلیم وتدریس

اندازہ یہی ہے کہ ابتدائی تعلیم اپنے ہی وطن "عبداللہ پور" میں حاصل کی ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد فقہ وتفسیر اور حدیث کی اعلیٰ کتابوں کی تکمیل کے لئے علوم اسلامیہ کی عظیم درسگاہ دارالعلوم دیوبند کا قصد فرمایا جہاں کے اکابر اساتذہ کی شہرت عالم اسلامی کو اپنی طرف متوجہ کئے ہوئے تھی دیوبند کا یہ وہ دور تھا جس کی سیادت حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ فرما رہے تھے جو اپنی جامعیت علوم ظاہرہ و باطنہ کے سبب شاہ عبدالعزیزؒ ثانی تسلیم کئے جاتے تھے۔ اور دارالعلوم کا اہتمام دارالعلوم کے سب سے پہلے مہتمم حضرت حاجی سید عابد حسین صاحب دیوبندیؒ (م ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۲ء) سے متعلق تھا۔ ۱۲۹۴ھ میں سند فراغت حاصل کی، حضرت مولانا احمد حسن[۱] صاحب امروہیؒ آپکے رفیق درس ہیں۔

---

[۱] مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ، حاجی امداداللہ صاحبؒ کے خلیفہ، حضرت نانوتویؒ کے مخصوص شاگرد بلکہ آپ کے مثیل اور علوم قاسمیہ کے امین اور حضرتؒ کے کمالات کا آئینہ تھے۔ خود استاذ نے ان الفاظ میں مدح فرمائی، "انکا ذہن چاندی اور میرا ذہن سونا ہے اور مزاج کے اعتبار سے زیادہ قریب ہے"، ۱۲۹۴ھ میں فراغت پائی۔ فراغت کے بعد خورجہ کے مدرسہ میں پھر سنبھل اور دہلی و مرادآباد میں

(بقیہ ص پر)

اساتذہ

مولانا کے اساتذہ میں حضرت مولانا احمد علی[1] صاحب محدث سہارنپوری۔

[1] مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری، حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کے شاگرد رشید، جلیل القدر محدث، بخاری شریف و دیگر کتب حدیث کے محشی، "مطبع احمدی" کے مالک تھے، مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتیؒ آپکے رفیق درس ہیں، ۱۲۹۱ھ میں سہارنپور میں نائب مہتمم کی حیثیت سے تقرر ہوا، ۱۲۹۴ھ میں عہدۂ صدارت کو زینت بخشی، کتب احادیث زیر درس رہتی، تقویٰ و طہارت میں بے مثل تھے، صاحب اولاد اور بڑے متمول تھے، ان سب کمالات کے باوجود تواضع کا یہ عالم تھا کہ اپنے آپکو ہیچ در ہیچ سمجھتے تھے، انہیں صفات کی وجہ سے تمام اکابرین کے قلوب آپ کی عظمت سے پُر تھے، اور مواقع مخصوصہ میں آپ کو مقدم رکھتے، دارالعلوم دیوبند کی سب سے پہلی عمارت جو "نودرہ" کے نام سے مشہور ہے اس کا سنگ بنیاد آپ ہی نے رکھا، شاہ عبدالغنی صاحبؒ سے خلافت ملی، حضرت نانوتویؒ، مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ، مولانا احمد حسن صاحب نانوتویؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ جیسے اکابرین آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں، آخری عمر میں فالج کا حملہ ہوا ۶ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء میں دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کی۔ ۱۲۔

(صہ کا بقیہ) منصب صدارت پر فائز رہے بعد میں امروہہ کی جامع مسجد میں ایک پرانے مدرسہ کو از سر نو نشاۃ ثانیہ بخشی۔

آپ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ علم الادیان کے ساتھ علم الابدان کی تعلیم بھی دیتے۔ مشہور حکیم فرید احمد عباسی آپ ہی کے تلامذہ میں سے تھے۔ پوری عمر درس و تدریس۔ وعظ و پند میں گذاری۔ تقریر نہایت جامع اور پُر مغز ہوتی، جو علوم درس نظامیہ کے نظام تعلیم میں شامل ہیں ان کی تعلیم دیتے مگر زیادہ شغف حدیث و تفسیر اور فقہ کی تدریس سے تھا بقول علامہ عثمانیؒ کے۔ مولانا کی تقریر، تحریر، ذہانت تبحر، اخلاق اور علوم عقلیہ و نقلیہ میں کامل دستگاہ ضرب المثل تھی۔ جلیل القدر محدث تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب امروہیؒ مولانا قاری ضیاء الدین الہ آبادیؒ اور عالم بے مثل مولانا عبدالرحمٰن خاں خورجویؒ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

۲۸، ۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ کی درمیانی شب میں بمرض طاعون جب روح نے قفس عنصری سے پرواز کی تو یہ کلمات زبان پر جاری تھے سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ ۱۲۔

حضرت شیخ مولانا فیض الحسن[1] صاحب سہارنپوری، قاسم العلوم والخیرات[2] حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

---

[1] حضرت مولانا فیض الحسن صاحب سہارن پوری، مولانا فضل حق خیرآبادی کے شاگرد ہیں تحصیل حدیث کی غرض سے شیخ احمد سعید العمری کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے، لاہور یونیورسٹی میں ایک عرصہ تک پروفیسر بھی رہے، ممتاز ادباء میں آپ کا شمار تھا، لاہور کے زمانہ قیام میں ایک ماہانہ "شفاء الصدور" عربی میں جاری فرمایا یہ ہندوستان میں عربی کا سب سے پہلا ماہنامہ تھا، شرح حماسہ، شرح سبعہ معلقہ، شرح دیوان متنبی آپ کے ادبی ذوق پر شاہد عدل ہیں، اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے بیعت اور ان کے فیض یافتہ تھے مولانا کی تالیفات بہت اہم اور مفید ہیں اور مواد کے اعتبار سے بڑی بیش قیمت ہیں، صاحب امداد المشتاق کے الفاظ مولانا کے بارے میں یہ ہیں، " جناب، ادیب، اریب، فقیہ لبیب، محدث اجل، مفسر ابجل، فاضل افضل حضرت استاذی الحافظ الحاج مولانا فیض الحسن صاحب السہارنپوریؒ جمادی الاول ۱۳۰۴ھ میں آپ کا وصال ہوا - ۱۲ -

[2] حجۃ الاسلام مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ دارالعلوم کے بانی (حضرت مولانا انور شاہ کشمیری مدظلہ، کے الفاظ میں)"داعی الی اللہ، مبلغ اسلام، متکلم زین، حکیم الاسلام، محدث و مفسر، فقیہ و مناظر، عالم باعمل، درویش صفا کوش، فقیر خرقہ پوش"، آپ کے علوم کتابی نہیں بلکہ کمالات وہبی ہیں، حضرت شاہ عبد الغنی صاحبؒ سے علوم حدیث کی تکمیل کی، اور حضرت حاجی صاحبؒ سے علوم باطنی کی تکمیل کی، حاجی صاحبؒ کی شہادت ملاحظہ ہو۔

"مولانا قاسم صاحبؒ کی نظیر اسلام کے شاندار ماضی ہی میں مل سکتی ہے" ایک مرتبہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہیؒ کے بارے میں فرمایا کہ " انقلاب کا یہ رنگ بھی قابل دید ہے ان دونوں صاحبوں نے مجھ سے بیعت کی حالانکہ مجھے ان سے مرید ہونا چاہیئے تھا، آپ سچے عاشق رسولؐ تھے بقول حضرت تھانویؒ کے "آپ کی شان عاشقانہ تھی" حدود عرب میں ننگے پاؤں چلتے تھے، صاحب سوانح کے علاوہ، حضرت شیخ الہندؒ، مولانا صدیق احمد مرادآبادی مولانا فیض الحسن گنگوہیؒ، مولانا احمد حسن امروہی آپ کے تلامذہ ہیں، علم و عمل کا یہ آفتاب ۴/ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ ۱۸۸۰ء میں بروز پنج شنبہ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا - ۱۲

یہاں مجھے مولانا عبدالعلی صاحبؒ کا ایک واقعہ زمانہ طالب علمی کا نقل کرنا ہے جنکا تعلق حضرت قاسم صاحبؒ نانوتویؒ کے درس سے ہے، مولانا نانوتویؒ کی کیفیت درس بڑی عجیب تھی تمام کتابیں نصاب مروجہ کی بے تکلف پڑھاتے تھے، اور اس قسم کے مضامین بیان فرماتے کہ بڑے بڑے ذہین و ذکی ششدر رہ جاتے، ہر فن کی عجیب وغریب تحقیقات بیان فرماتے، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ جو شخص طباع ہو اور پہلے سے اصل کتاب سمجھا ہوا ہو تب ہی حضرتؒ کی بات سمجھ سکتا تھا۔ سوانح قاسمی کے حاشیہ پر (ج ا صنہ ۳۵) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ (م $\frac{۱۴۰۲}{۱۹۸۲}$ ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"کہ میں نے اپنے متعدد بزرگوں سے سنا کہ منطق وفلسفہ وغیرہ کی بڑی بڑی کتب کی تدریس کے موقعہ پر جب طالب علم صفحہ ڈیڑھ صفحہ کی عبارت پڑھ لیتا تو حضرت کی عادت شریفہ تھی کہ اس سبھی عبارت کا مطلب چند لفظوں میں بیان کر کے فرماتے کہ بس ان کا مطلب یہ ہے اب تم قاسم کا سنو اور پھر اس علم وفن سے متعلق مکنون علوم وفنون کا دریا بہہ پڑتا، ایک موقعہ پر مولانا عبدالعلی صاحب (جو بعد میں مدرسہ عبدالرب دہلی کے محدث ہوئے) نے عرض کیا کہ نہیں ہم قاسم کی نہیں سننے ہیں تو کتاب کا مطلب اس کی عبارت سے سمجھا دیا جائے، اس کے بعد سے حضرت والا انکی بہت رعایت فرمانے لگے اور جب وہ کتاب کا مطلب اور عبارت کتاب سے پوری طرح سمجھ جاتے تب حضرت اپنے علوم کی تقریر شروع فرماتے۔

(ماخوذ از آپ بیتی نمبر ۶ صـ ۱۹)

یہ قصہ طالب علمی کا ہے اس کے بعد تو مولاناؒ حضرت قاسم العلوم کے عاشق زار بن کر رہ گئے۔ حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ ہی نے تاریخ دارالعلوم میں لکھا ہے کہ (مولانا عبدالعلی صاحبؒ) اپنے استاد میں فنائیت کا درجہ رکھتے تھے اور رہ دارد

وصادر سے فرماتے تھے کہ "قاسمی بن جاؤ محروم نہیں رہو گے" (ص ۵۷)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ (م ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) آپ کا یہ مقولہ نقل فرمایا کرتے تھے کہ "قاسمی ہو جاؤ بھوکے ننگے نہ رہو گے مجھ اپاہج کو دیکھو نہ اٹھ سکتا ہوں نہ بیٹھ سکتا ہوں مگر رزق کی یہ بہتات ہے کہ میرا حجرہ ہمہ قسم نعمتوں سے ہمہ وقت بھرپور رہتا ہے۔ (تاریخ دار العلوم ج ۲ ص ۴۳)

حتی کہ اپنے استاد سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی حضرت نانوتویؒ کا ذکر فرماتے اشکبار ہو جایا کرتے اور زار و قطار رونے لگتے مولانا ابوالحسن[1] زید دہلوی اپنی تالیف "مقامات خیر" میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"آپ (مولانا عبد العلی صاحبؒ) نے جس وقت حضرت سیدی الوالد کا اسم گرامی لیا زار و قطار رونے لگے اس عاجز نے آپ کی یہ کیفیت دو حضرات کے ساتھ ہمیشہ دیکھی ایک سیدی الوالد اور دوسرے مولانا نانوتوی قدس اللہ اسرارہم (ص ۴۶۲)

"آپ کو اپنے استاذ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور حضرت سیدی الوالد قدس اللہ اسرارہما سے بھی کامل قلبی تعلق تھا۔ جب بھی ان دو حضرات کا ذکر فرماتے تھے آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے" (ص ۴۱)

دار العلوم سے فراغت کے بعد ۱۲۹۴ھ میں دیوبند میں مدرس عربی کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا اسی سال حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ (م ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ اور حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ کی معیت میں حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے تو حضرت شیخ الہندؒ کی واپسی تک مسند صدارت تقریباً چھ ماہ تک مولانا عبد العلی صاحبؒ کے ذمہ رہی۔ یاد رہے کہ حضرت

---

[1] مولانا ابوالحسن زید دہلوی۔ آپ مدرسہ عبد الرب کے فاضل "مقامات خیر" کے مصنف اور دہلی کی شاہی عیدگاہ کے امام تھے اور حضرت شاہ ابوالخیر مجددیؒ (م ۱۳۴۱ھ) ہندوستان کے نامور مشائخ میں سے تھے اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے شاگرد تھے) کے صاحبزادے ہیں۔

اس زمانے میں مشکوٰۃ و ہدایہ کے علاوہ صحاح ستہ کی نہایت مشکل اور اہم کتاب ترمذی شریف کا درس دیا کرتے تھے۔

مولانا عبدالعلی صاحبؒ دارالعلوم دیوبند میں ۱۲۹۷ھ تک بحسن و خوبی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

اس کے بعد ۱۲۹۸ھ میں مظاہر علوم تشریف لے گئے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ (م ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء) تحریر فرماتے ہیں کہ

"یکم رجب سن رواں (۱۲۹۸ھ) سے مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی جو مدرسہ دیوبند میں مدرس تھے بمشاہرہ ۲۰ بجائے مدرس دوم کے تشریف لائے۔"

(تاریخ مظاہر ج ۱ ص ۴۴)

مظاہر میں مولاناؒ مدرس دوم کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیتے تھے اور مدرس اول حضرت مولانا مظہر صاحبؒ (م سنہ ھ) تھے مگر مولانا موصوف کے وصال کے بعد مولانا عبدالعلی صاحبؒ مدرس اول بنائے گئے اور ۱۳۰۶ھ تک منصب صدارت پر فائز رہے۔ بعد ازاں ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ میں مدرسہ سے رخصت لے کر مراد آباد تشریف لے گئے اور کچھ حالات و مشکلات کی وجہ سے مدرسہ میں استعفاء بھیج دیا۔

۱۳۰۶ھ میں مولاناؒ نے مظاہر میں درج ذیل کتب کا درس دیا۔

بخاری شریف، ہدایہ آخرین، مختصر المعانی، مقامات حریری، رشیدیہ، حماسہ، قطبی شرح اسباب، دیوان متنبی۔

مظاہر سے استعفیٰ کے بعد مدرسہ شاہی مراد آباد کے صدر مدرس ہوئے اور تقریباً پانچ چھ سال وہاں قیام فرمایا پھر ۱۳۱۲ھ میں دہلی تشریف لائے اور مدرسہ "مولوی عبدالرب" کے منصب صدارت کو زینت بخشی اور بقیہ زندگی اسی مدرسہ میں درس حدیث

لہ تاریخ دارالعلوم دیوبند (مرتبہ سید محبوب رضوی) میں لکھا ہے کہ مولانا عبدالعلی صاحبؒ دیوبند کے بعد مراد آباد تشریف لے گئے۔ (ص ۲۲۲ ج ۲) جو صحیح نہیں ۱۲ مرغوب احمد۔

میں مشغول رہے اور تشنگان علوم کو فیض پہنچاتے رہے۔

آپ کے دور میں مدرسہ عبدالرب بہت مشہور ہوا، مولانا کو اس سے اس قدر والہانہ شغف تھا کہ جب بڑھاپے میں کمزوریوں اور بیماریوں کی وجہ سے تعلیمی خدمات سے سبکدوش ہو گئے تھے تو اس حالت میں بھی آپ نے یہیں قیام فرمایا اور لب سڑک مدرسہ کے ایک حجرہ میں محو استراحت رہتے تھے۔

مولانا سید فخرالحسن صاحبؒ (م سنہ ھ) اپنے والد مولانا سید فیض الحسن صاحبؒ (م سنہ ھ) کی زبانی بیان فرماتے ہیں کہ۔

مراد آباد میں مدرسہ شاہی کے مدرس اوّل حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ تھے جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے شاگرد تھے، آپ بعد میں دارالعلوم دیوبند[عہ] میں شیخ الحدیث ہو گئے تھے اور حضرت[۱] مفتی (کفایت اللہ) صاحبؒ نے دیوبند میں بھی ان سے حدیث کی تعلیم حاصل کی ہے۔

---

[۱] حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ دہلوی: آپ جمعیۃ العلماء ہند کے سب سے پہلے صدر تھے، مفتی اعظم ہند اور اپنے زمانے کے مشہور و مسلم مفتی و فقیہ تھے، کانگریس کی تحریکوں میں قائدانہ حصہ لیا، حضرت شیخ الہندؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، ۱۳۱۳ھ میں دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہوئے فراغت کے بعد مدرسہ عین العلم "شاہ جہاں پور" میں مدرس مقرر ہوئے، اسی زمانہ میں فتویٰ نویسی کا آغاز کیا قادیانیت کی تردید میں ماہنامہ "البرہان" جاری کیا، ۱۳۲۱ھ میں مدرسہ امینیہ کی مسند صدارت تدریس پر متمکن ہوئے، محدث، مفسر، مجاہد، اور نکتہ سنج علماء میں سے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ایک فہیم اور مدبر رکن تھے۔

مولانا اعزاز علی صاحبؒ، مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ، مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب ڈابھیلیؒ، جیسے ممتاز علماء آپ کے تلامذہ میں سے ہیں، آپ کے فتاویٰ مختصر ہونے کے باوجود بہت جامع ہوتے تھے، آپ کے مفید فتاویٰ "کفایت المفتی" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں، آپ کی مشہور تصنیف "تعلیم الاسلام" ہے مدرسہ امینیہ دہلی کی ترقی آپ کا عظیم کارنامہ ہے، ۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۲ھ کو شب میں عازم ملک بقا ہو گئے۔ ۱۲

[عہ] دارالعلوم میں مولانا پہلے ~~سے تھے~~ مراد آباد بعد میں تشریف لے گئے۔ ۱۲ مرغوب احمد۔

حضرت مولانا عبدالعلی صاحب دیوبند کے بعد دہلی کے مشہور مدرسہ عبدالرب میں صدر مدرس تھے اور ان کے دور میں یہ مدرسہ بہت مشہور ہوا آپ کو اس مدرسہ سے اس قدر والہانہ شغف تھا کہ جب بڑھاپے کی کمزوریوں اور بیماریوں کی وجہ سے تعلیمی خدمات سے سبکدوش ہوگئے تھے تو اس حالت میں آپ نے یہیں قیام رکھا اور لب سڑک مدرسہ کے ایک چھوٹے سے حجرہ میں محو استراحت رہتے تھے۔ راقم الحروف اپنے دور طالب علمی میں جب اپنے گھر سے مدرسہ امینیہ جاتا تھا تو آتے جاتے اس فرشتہ صورت بزرگ کی زیارت کرتا تھا (بیس بڑے مسلمان ص۴۱۹)

تلامذہ :۔ اس طویل مدت تدریس (تقریباً پچاس سال) میں آپ کے تلامذہ کا حلقہ بڑا وسیع ہے جن میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ[۱] مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، خاتم المحدثین حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری[۲]

۱؎ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ: آپ چودھویں صدی کے مجدد، رومی عصر، رازی وقت، بے مثال مفسر، بے بدل عالم، عارف باللہ تھے، ذکاوت و ذہانت کے آثار بچپن ہی سے نمایاں تھے، چار سال دارالعلوم میں رہ کر ۱۲۹۹ھ میں فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد اولاً مدرسہ "فیض عام" میں عام فیض پہنچایا، پھر مدرسہ "جامع العلوم" میں کامل العلوم نے مسند صدارت کو زینت بخشی، ۱۴ سال کے بعد تھانہ بھون میں مقیم ہوکر ۴۸ سال تک تبلیغ دین، تزکیہ نفس، اور تصنیف و تالیف کی ایسی گراں قدر خدمات انجام دیں جسکی مثال اس دور کی کسی دوسری شخصیت میں نہیں ملتی۔ دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جنمیں آپکی عظیم خدمات تقریری اور تصنیفی صورت میں نمایاں نہ ہو، مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ حضرت نانوتویؒ، شیخ الہندؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا، حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے خلیفہ و مجاز تھے، شیخ کو آپ پر مکمل اعتماد تھا فرماتے تھے "میاں اشرف علی بس پورے پورے میرے طریق پر ہے" زندگی بڑی منظم تھی، ہر کام اپنے وقت پر انجام پاتا تھا، ۱۲۹ خلفاء چھوڑے، ۸۳ سال کی عمر میں ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء کی شب میں اس جہان فانی کو خیرباد کہا، تھانہ بھون میں مدفون ہیں۔ ؎

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ ۔ بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور مے خانہ

۲؎ خاتم المحدثین علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ: حقانیت اسلام کی دلیل، عدیم النظیر محدث، فقیہ اعظم، حضرت شیخ الہندؒ کے خاص شاگرد، علم کا چلتا پھرتا کتب خانہ تھے، ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کرکے حضرت گنگوہیؒ سے فیوض باطنی میں مستفیض ہوئے، فراغت کے بعد کچھ دنوں مدرسہ امینیہ میں

(بقیہ صفحہ ۴۲ پر)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی[1]، عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری[2]، یادگار شاہ ابوالخیر مجددی حضرت مولانا ابوالحسن زید دہلوی، مفتی اعظم

۱ـ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ :- دارالعلوم دیوبند کے پانچویں صدر المدرسین تھے، حضرت شیخ الہندؒ کے مخصوص تلامذہ میں شمار تھا، حضرت گنگوہیؒ کے خلیفۂ اجل، دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد مدینۃ الرسولؐ کا قصد فرمایا اور وہاں پر اٹھارہ سال درس حدیث میں مشغول رہے، حضرت الاستاذ کی معیت میں کچھ سال سے زائد اسیر مالٹا رہے، رہائی کے بعد "جامعہ اسلامیہ" امروہہ پھر "مدرسہ عالیہ" کلکتہ پھر "جامعہ اسلامیہ" سلہٹ میں تدریسی خدمات انجام دیں، حضرت کشمیریؒ کی علیحدگی کے بعد دارالعلوم کے مسند صدارت کو زینت بخشی ۳۲ سال تک دارالعلوم میں صدر مدرس اور ناظم تعلیمات رہے اس دوران ۴۴۸۳ طلبہ آپ سے مستفیض ہوئے، مہمان نوازی میں اسوۂ ابراہیمی کا نمونہ تھے بے مثل پیکر شجاعت، جمعیۃ علماء ہند کے صدر رہے، جنگ آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا، کمالات باطنی کا ایسا اخفا کیا کہ عمر بھر صرف ایک سیاسی لیڈر کی حیثیت سے پہنچانے گئے آزاد ہندوستان میں کچھ کھلے تو پچاس ہزار انسانوں نے دست حق پرست پر بیعت کی، ایک جماعت کو مجاز خلافت کیا، چوراسی سال کی عمر میں گوناگوں امراض میں مبتلا ہوکر ۱۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۷ء میں جان جان آفریں کے سپرد کی۔

۲ـ عارف باللہ مولانا عبدالقادر صاحبؒ رائپوری :- آپ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری م ۱۳۳۷ھ کے جانشین اور گلشن رحیمی کے حقیقی باغبان تھے، تحصیل علم کیلئے "رام پور"، "پانی پت"، "سہارنپور" اور دہلی وغیرہ کا سفر کیا اور بڑے مجاہدات سے طالب علمی کا زمانہ گذارا، حضرت شاہ صاحبؒ سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا فراغت کے بعد طب یونانی کی باقاعدہ تحصیل کی اور مطب بھی کیا، کچھ عرصہ بریلی اور دوسرے مقامات میں درس قرآن وحدیث کا شغل بھی رہا۔ علوم ظاہری کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور مرشد حق کی تلاش میں ایک عرصہ تک سرگرداں رہے۔ کچھ وقت مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے یہاں بھی گذارا پھر ایک عجیب واقعہ پر علیحدگی اختیار فرمائی۔ متنبی غلام احمد قادیانی کے یہاں بھی لے آیا اسنے "یاھادی" کا وظیفہ بتایا بالآخر ہادی حق نے بڑے حضرت رائپوریؒ کی خدمت میں پہنچا دیا، پندرہ سال خدمت عالی میں رہکر سلوک کی منزلیں طے کیں، حضرت کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور پینتالیس سال تک تلقین وارشاد کا باعث بنے رہے، آخر یہ آفتاب ہدایت ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ میں ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

(بقیہ صفحہ ۱۳ کا) رہ کر کشمیر تشریف لے گئے اور ایک مدرسہ "فیض عام" قائم کیا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے جب سفر حجاز کا قصد فرمایا تو جانشینی کا فخر شاہ صاحبؒ کو بخشا ۱۲ سال مسند صدارت پر جلوہ افروز رہے ۸۰۹ طلبہ آپ سے مستفیض ہوئے۔ تمام علوم منقولات ومعقولات میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ وسعت نظر قوت حافظہ سرعت مطالعہ میں عہد میں بے مثال تھے علمی ذوق غالب تھا، ردقادیانیت کا خاص اہتمام تھا۔ اور اس فتنہ کو اعظم الفتن شمار فرماتے تھے، ملکی سیاست میں حضرت شیخ الہند کے ہم مسلک تھے۔ دیوبند کے بعد ڈابھیل کے مدرسہ "تعلیم الدین" کو جامعہ اسلامیہ بنا دیا، پانچ سال تک وہاں درس حدیث کا مشغلہ رہا، ۲ صفر ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء کو ۶۰ رسال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔

برما حضرت مولانا مفتی مرغوب[1] احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ، اور حضرت مولانا محمد یوسف[2] صاحب لاجپوری جیسے اکابرین شامل ہیں۔

---

[1] مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوریؒ:۔ آپ مدرسہ عبدالرب کے فاضل اور مولانا عبدالعلی صاحبؒ کے ارشد تلامذہ میں تھے، بھوپال میں علامہ شیخ حسین یمنی قاضی و محدث شہر سے بھی استفادہ کیا، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی آپ کے ہم درس تھے، محدث، مفسر، فقیہ، رنگون (برما) کے مفتی اعظم، بہترین ادیب، کئی علماء گجرات کے حالات ماہنامہ دارالعلوم میں شائع فرمائے، بڑی صلاحیت کے مالک تھے، حضرت الاستاذ مولانا عبدالعلی صاحبؒ کو آپ کی صلاحیت پر ایسا اعتماد تھا کہ شاہ ابوالخیر مجددیؒ کی اس درخواست پر کہ مجھے کسی علمی کام کیلئے لائق طالب علم کی ضرورت ہے مولانا مرغوب احمد صاحبؒ کو ان کی خدمت میں بھیج دیا، ضیافت و سخاوت میں بے مثال تھے، لاجپور جامع مسجد کے بانی کئی کتابوں کے مصنف، علماء و صلحاء کے قدرداں، مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون کے بانیوں میں تھے، کچھ عرصہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے صدر مہتمم بھی رہے، اخیر عمر میں فالج کا اثر ہوگیا، ۱ر محرم ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء بروز منگل لاجپور میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

مولاناؒ کی سوانح حیات اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی تو "تذکرۃ المرغوب" کے نام سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگی۔

[2] مولانا محمد یوسف صاحب لاجپوریؒ:۔ مدرسہ عبدالرب دہلی کے فاضل، مفتی مرغوب احمد صاحبؒ کے رفیق درس جید عالم دین، عارف باللہ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحبؒ کے نواسے تھے، فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ لاجپور، پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ بعدازاں مدرسہ صوفیہ سورت میں تدریسی اور انتظامی خدمت میں زندگی کے آخری سانس تک مصروف رہے، آپ اردو و فارسی کے بے مثل شاعر تھے، "ظہیر" تخلص تھا "باغ عارف" نامی کتاب کے مرتب تھے، حضرت شاہ محمد شیر میاں پیلی بھیتیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ ۸ر شعبان ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء شب جمعہ سورت میں انتقال فرمایا، لاجپور میں آسودۂ خواب ہیں۔

فخر عالم، فخر زاہد، نیز فخر لاجپور ؎ حسرتا واحسرتا شد فخر دیوان را وصال

طلبہ پر شفقت

اخلاص فی العلم کا ایک بڑا تقاضہ اپنے تلامذہ کے ساتھ لطف وعنایت اور شفقت ورحمت کا معاملہ بھی ہے،

تاریخ سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ نعمان بن ثابت ن الکوفی الشہیر با بی حنیفہ رحمۃ اللہ کے عالی قدر استاد سے انہیں کے صاحبزادے نے طویل جدائی پر یہ سوال کیا تھا کہ

"سفر میں آپ کو سب سے زیادہ کون یاد آیا"

فرزند کے لئے اپنے اس سوال کا متوقع جواب یہی تھا کہ جواب میں باپ کی زبان پر میرا ہی نام آئیگا لیکن توقع کے خلاف باپ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اپنے فخر روزگار شاگرد "ابو حنیفہ" کا نام لیا۔

اور تاریخ ہی نے یہ سنایا ہے کہ مشہور کتاب "شمس بازغہ" کے مصنف جب جدانا مرگ ہوئے تو اس جانکاہ صدمہ کی تاب نہ لاتے ہوئے ان کا شفیق استاد غالبا چالیس ہی دن کے الٹ پھیر میں اپنے شاگرد کے ساتھ جا ملا۔ (نقش دوام ۱۱۰)

حضرت مولانا عبد العلی صاحبؒ بھی طلبہ وتلامذہ کے ساتھ بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے اس کا نتیجہ تھا کہ طلبہ آپ سے متاثر ہو کر مدرسہ عبد الرب میں قیام فرماتے۔

راقم الحروف کے جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوریؒ نے آپ کی شفقت ومحبت ہی سے متاثر ہو کر دہلی میں قیام کرنا پسند فرمایا، موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"بوجہ خرابی صحت فقیر بہت عرصہ تک دار العلوم میں قیام نہ کر سکا اور حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ کی خدمت میں جانے کیلئے دیوبند سے دہلی آیا اور بعض سورتی احباب کے پاس مدرسہ مولوی عبد الرب میں کچھ روز قیام کرنے سے دہلی کی علمی فضا زیادہ پسند آئی اور حضرت

قاسم العلوم کے عاشق زار تلمذ رشید حضرت مولانا عبد العلی صاحبؒ صدر مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ مولوی عبد الرّب صاحب مرحوم کی شفقت و نظر نے گھائل کر دیا اس لئے بجائے امروہہ کے دہلی ہی میں مقیم ہو گیا۔

تلامذہ کے ساتھ ایسا تعلق تھا کہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ استاد ہیں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے ملفوظات میں ہیکہ:۔

"میں نے مولانا (عبد العلی صاحبؒ) سے مقامات حریری سبعہ معلقہ اور کچھ نسائی پڑھی ہے مگر برتاؤ سے مولانا کے پتہ نہیں چل سکتا کہ یہ استاد ہیں"

(حسن العزیز ج ۲ ص ۹۴)

طلبہ کو ہدایا و تحائف بھی دیتے، حسن العزیز ہی میں حضرت تھانویؒ کا مقولہ ہیکہ

"جب میں دہلی سے چلتا ہوں تو کچھ نہ کچھ ہدیہ ضرور ساتھ کر دیتے"

حضرت مولانا ابو الحسن زید دہلوی مولانا عبد العلی صاحبؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا رحمہ اللہ کی شفقت اور مہربانی کا بیان یہ عاجز کیا کرے اس سلسلہ میں ایک واقعہ کا ذکر یہ عاجز کرتا ہے۔۔

شنبہ ۹ محرم ۱۳۴۶ھ کو نصف شب کے بعد سے مینہ برسنا شروع ہوا اور فجر کو موسلا دھار بارش ہو رہی تھی چتلی قبرستان کے پاس گھٹنوں سے اوپر پانی بہ رہا تھا، لہذا عاجز مدرسہ نہ جا سکا دس گیارہ بجے جب مینہ تھما عاجز نے دو عدد دام حضرت مولانا کے واسطے اور دو عدد حضرت مولانا محمد شفیع کے واسطے ارسال کئے ان دونوں حضرات نے رقعے تحریر فرمائے حضرت مولانا نے تحریر فرمایا۔

مولوی صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

دو عدد انبہ دآم، بڑے آپ کے بھیجے ہوئے پہنچے جزاکم اللہ فی الدارین خیرا صبح سے ارادہ تھا کہ اگر آپ تشریف لاویں تو چار عدد انبہ آپ کی خدمت میں پیش کروں، مگر آپ بارش کی وجہ سے نہ آسکے، باری تعالیٰ کو کوئی چیز پہنچانی ہوتی ہے تو وہ اس کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں آپ کے خادم انبہ لے کر آئے ان کے ہاتھ میرا ارادہ پورا ہو گیا، ان میں دو عدد لنگڑے کے اور دو عدد ثمر بہشت کے ہیں، ثمر بہشت اعلیٰ درجہ کا آم ہے ایسا عمدہ آم انبہ میں کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔

زیادہ والسلام۔ راقم آپ کا دعا گو

عبد العلی عفی عنہ

دہلی مورخہ ۹ محرم الحرام

مدرسہ عبد الرب کے سالانہ جلسہ میں اپنے شاگرد رشید حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحبؒ کو بڑے اہتمام سے بلایا کرتے، حضرت تھانویؒ کی سفر سے معذوری کے بعد حضرتؒ کے خلیفۂ اجل حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کو بلا کر تقریر کروایا کرتے تھے۔

تلامذہ کے ساتھ محبت و شفقت کے ساتھ ساتھ تادیباً زجر و توبیخ سے بھی دریغ نہیں رکھتے، عبارت کی غلطی، درسگاہ کی بے ادبی، و بے حرمتی پر بالفور مواخذہ بھی فرماتے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"دیوبند میں جب (مولانا عبد العلی صاحبؒ) تشریف رکھتے تھے تو طلبہ کی خوب تادیب فرماتے تھے، ایک مرتبہ ایک طالب علم نے سبق پڑھنے میں لیٹے لیٹے کر پاؤں پیچھے کو پھیلا لئے، بس مولانا چلائے، بدتمیز بے ادب صرف اصلاح کی وجہ سے تنبیہ فرمائی یہ نہیں کہ اپنا ادب کرایا۔"

مولانا ابوالحسن زید دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"مولانا عبدالعلی صاحبؒ غلط پڑھنے والے کو زجر و توبیخ فرماتے تھے بخاری شریف کے چار پانچ سبق عاجز کے داخل ہونے سے پہلے ہو چکے تھے اور اس چار پانچ دن میں جناب مولانا کو دورہ میں پچاس ساٹھ طالبان علم کے پڑھنے کا اندازہ ہو گیا تھا، لہذا جب پہلے دن یہ عاجز آپ کے دورہ میں شریک ہوا تو آپ نے اپنے پلنگ کے جہت غرب مونڈھا رکھوایا، چونکہ آپ سالہا سال سے مفلوج تھے اور حرکت کرنے سے معذور ہو گئے تھے اس لئے آپ پلنگ پر گاؤ تکیہ سے سہارا لگا کر بیٹھتے تھے آپ کا کمرہ مسجد شریف کے دالان کی سمت جنوب میں تھا۔ آپ کا پلنگ دروازہ سے متصل رہتا تھا۔ اور مسجد شریف کے دالان میں طالبان علم دائرہ طویلہ کی شکل میں ہوتے تھے یہ عاجز آپ کے کمرہ میں مونڈھے پر بیٹھتا تھا اور صحیح بخاری آپ کے پلنگ پر رہتی تھی آپ نے پہلے ہی دن اس عاجز سے فرمایا:۔

"صاحبزادے تم پڑھو"، چنانچہ اس کے بعد آپ کے سامنے قرادت اس عاجز کے حصہ میں آئی بخاری شریف کے چند اوراق کے سوا تمام بخاری اور صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ از اول تا آخر عاجز نے پڑھی، بخاری شریف کے وہ چند اوراق جو پہلے ہو چکے تھے مولانا محمد شفیع سے خصوصی طور پر پڑھے، ایک دن صبح کے درس میں عاجز کو غالباً دس منٹ کی تاخیر ہو گئی جب یہ عاجز پہنچا تو ایک طالب علم پر حضرت ناراض ہو رہے تھے اور اس عاجز کو بعد میں طالبان علم سے معلوم ہوا کہ اس دس منٹ کے عرصہ میں دو طالبان علم نے بخاری شریف پڑھنے

کی کوشش کی ایک بنگالی تھے اور دوسرے سرحد کے افغانی لیکن موافق نہیں ہوئے عاجز کے پہنچنے پر حضرت مولانا نے ذرا بلند آواز سے فرمایا "صاحبزادے اتنی دیر کیوں لگادی" عاجز نے عذر بیان کیا اور دریافت کیا کہاں سے پڑھوں آپ نے فرمایا انکو پڑھنا کب آتا ہے وہاں سے پڑھے جہاں کل چھوڑا ہے" (مقامات خیر ص۴۰)

حدیث شریف میں ہے:۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین ۔ (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص اسوقت تک (کامل) مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اسکو اسکے باپ اسکی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں

حضرت مولانا رہ کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی محبت تھی کہ ذکر مبارک سے اشکبار ہوجاتے بعض مرتبہ تو اتنا روتے کہ بے قابو ہوجاتے اور لحیۂ مبارک سے آنسو کے قطرے ظاہر ہوتے صاحب مقامات خیر لکھتے ہے "آپ عاشق صادق بارگاہ نبوی تھے" (ص۴۶)

دوسری جگہ رقمطراز ہے:۔

"آپ نے بخاری ومسلم، اور ابن ماجہ، پڑھانے کے بعد عاجز سے فرمایا "صاحب زادے کچھ اور شروع کرلو، پھر فرمایا قصیدہ بردہ پڑھو چنانچہ بیئس ۲ پچیس ۲۵ دن اس مبارک قصیدہ کا سبق ہوا اور آپ کے عشق نبوی کا کچھ اندازہ اس وقت ہوا یہ عاجز قصیدہ کا مبارک شعر پڑھتا تھا اور آپ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوجاتا تھا، آپ اتنا روتے

تھے کہ تکلم نہیں فرما سکتے تھے، آپ کی لحیۂ مبارک سے آنسو کے قطرے ٹپکتے تھے"

راقم (مرغوب احمد) نے اپنے اساتذہ میں مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن صاحب دامت برکاتہم (خلیفۂ اجل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ) شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ بنوری ٹاؤن کو بارہا دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک سنتے ہی آنکھیں بہہ پڑتی، ۱۴ شوال ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء بروز یکشنبہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ کیلئے حضرت مفتی صاحب نے ہماری جماعت کا امتحان لیا، قاری نے حجۃ الوداع کی طویل حدیث کی یہ عبارت "ثم اذن فی الناس بالحج فی العاشرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاج" پڑھی کہ مولانا بے اختیار اشکبار ہو گئے میں بہت متأثر ہوا پھر تو ایسے مواقع متعدد مرتبہ دیکھے خصوصاً کتاب التفسیر میں واقعہ افک کی عبارت جب طالب علم نے پڑھی مولانا اس قدر روئے کہ سبق نہ پڑھا سکے دوسرے دن بڑی مشکل سے بھرائی ہوئی آواز میں درس دیا۔

فیاضی و مہمان نوازی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه الخ متفق علیه (مشکوٰۃ ص ۳۶۸)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہمان کا اعزاز واکرام ایمان کا خاصہ ہے اور یہی انسانیت و شرافت کا اصلی تقاضہ ہے کہ اپنے پاس آنے والے کا ہر طرح اعزاز واکرام کیا جائے

اور فیاضی وفراخ دلی برتی جائے۔

حضرت مولانا عبدالعلی صاحبؒ کی مہمان نوازی مشہور ومعروف تھی جو مہمان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے، مولاناؒ ان کا پورا پورا اعزاز فرماتے اور نہایت فیاضی وفراخ دلی کے ساتھ ان کی خاطر تواضع فرماتے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

"جب میں دہلی سے چلتا ہوں کچھ نہ کچھ ہدیہ ضرور ساتھ کر دیتے ہیں، بے لوث اور بے تعلق ہیں کسی سے کچھ مطلب نہیں خود بھی مدرسہ میں چندہ دیتے ہیں مقدار چندہ کی سب سے زیادہ ہوتی ہے ۱۵ روپیہ یا زیادہ تک، مولانا صاحب جائداد ہیں سال میں جو کچھ بچاتے ہیں سب خرچ کر دیتے ہیں۔ مولانا سے جو کوئی ملنے جاتا ہے بہت خاطر کرتے ہیں، چائے شربت پلاتے ہیں،"

(حسن العزیز ج ۲ ص ۹۵)

مولانا حکیم سید عبدالحئی حسنیؒ (م ۱۳۴۱ھ ۱۹۲۳ء صاحب نزہۃ الخواطر وغیرہ) اپنے سفرنامہ میں رقم طراز ہیں:۔

"(مولانا عبدالعلی صاحبؒ) مجھ سے نہایت لطف اور بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے، میرے واسطے چائے بنوائی اور اصرار کے ساتھ پلاتے رہے، پان خود نہیں کھاتے مگر میرے واسطے خاص کر کے منگوائے باوجود اس کے کہ میں منع کرتا رہا ان کے اس تواضع اور اکرام کی وجہ سے میں زیادہ بیٹھا۔ (دہلی اور اس کے اطراف ص ۵۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر ایک کتاب "رحمۃ العالمین ہے اس پر مولاناؒ نے تقریظ لکھی ہے اس سے بھی مولانا کی سخاوت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے پوری تقریظ درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ ونشھد ان سیدنا و نبینا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ اما بعد ،

کتاب رحمۃ للعالمین جس کو مولانا محمد عابد میاں صاحب نے تالیف کیا ہے اس کے بعض مقامات میں نے مطالعہ کیے مجھکو یہ کتاب بہت پسند آئی اگر یہ کتاب بازار میں فروخت ہوتی تو سو پچاس نسخہ اس کے خرید کر طلبہ کو انعام میں تقسیم کرتا مگر افسوس ہے کہ بازار میں نہیں ملتی جنہوں نے چھپوایا ہے انہوں نے وقف کیا ہے جزاہم اللہ خیر الجزاء اگر واقف صاحب کچھ نسخے طلبہ کی تقسیم کے واسطے مرحمت فرمادیں گے تو میں بہت خوش ہونگا اور بہت دعا دونگا۔

کاتب الحروف عبد العلی عفی عنہ

مدرس اوّل مدرسہ مولوی عبد الرب مرحوم شہر دہلی۔

زہد و قناعت ، تقویٰ و طہارت میں مولانا اپنی مثال آپ تھے ، آخری سانس تک جماعت کی نماز اور صف اولیٰ ترک نہیں ہوئی۔ آخری عمر میں فالج کی وجہ سے نقل وحرکت سے معذور ہوگئے تھے اس حالت میں بھی خدّام و تلامذہ آپ کو اٹھاکر صف اولیٰ میں رکھ دیتے تھے اور آپ بیٹھ کر امام کی اقتدا فرماتے۔

اصحاب کمال کا اعتراف

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رح فرماتے ہیں کہ ،

"مولوی صاحب کے پاس بیٹھنے سے ایک خاص کیفیت معلوم ہوتی ہے ہر

شخص کے پاس بیٹھنے سے جدا فرق معلوم ہوتا ہے کہ اسے تعبیر نہیں کر سکتے ۔

خوبی ہمہ کرشمہ و ناز و خرام نیست
بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

حسن العزیز ج ۲ صـ ۹۵

مولانا حکیم سید عبد الحئی حسنی تحریر فرماتے ہیں کہ

" مدرس اوّل مولوی عبد العلی صاحب ہیں، یہ مسجد کے مشرقی وجنوبی گوشہ کے مکان میں رہتے ہیں، وہیں درس دیتے ہیں، ذی الحجہ سنہ حال (۱۳۱۲ھ) سے یہاں آئے ہیں، پیشتر مراد آباد و سہارنپور میں مدرس تھے، مولوی فیض الحسن و مولانا قاسم، و مولانا احمد علی صاحب مرحومین کے شاگرد ہیں، مولانا قاسم صاحب سے زیادہ تر تلمذ ہے، انہی کی صحبت میں زیادہ رہے ہیں، انہی سے ارادت ہے، آدمی خلیق سنجیدہ بے تکلف سادہ مزاج ہیں، خود داری و پندار سے بالکل کنارہ کش، صورت سے علماء دین کی شان معلوم ہوتی تھی۔ جب میں گیا تو صحیح مسلم کا سبق ہو چکا تھا، طلبہ سے باتیں کر رہے تھے مجھ سے نہایت شگفتہ پیشانی کے ساتھ ملے ۔"

(دہلی اور اس کے اطراف صـ ۵۴)

مولانا موصوف ہی " نزہۃ الخواطر" میں رقمطراز ہیں۔

" الشیخ العالم الفقیہ عبد العلی بن نصیب علی الحنفی المیرٹھی. احد العلماء المشہورین، ولد ونشأ بقریۃ "عبد اللہ پور" من اعمال میرٹھ وقرأ العلم علی العلامۃ محمد قاسم

النانوتوی، ومولانا احمد علی السہارنپوری، والشیخ فیض الحسن السہارنبوری وعلی غیرہ من العلماء۔

درس فی المدرسة العربیة بدیوبند، ثم تصدر للتدریس فی مدرسة المرحوم حسین بخش بدھلی فی سنتی اثنتی عشرة وثلاث مأة والف، لقیتہ ببلدة دھلی (سنة اثنتی عشرة وثلاث مأة الف) کان کثیر التواضع، طارح للتکلف، الیفا ودودا، کثیر الضیافة موسرا تخرجت علیہ جماعة من العلماء الکبار، وقرأ علیہ الشیخ محمد اشرف علی التھانوی، والشیخ انور شاہ الکشمیری، والشیخ حسین احمد الفیض آبادی وغیرھم.

مات فی سنة اربعین وثلاث مأة الف، ودفن فی مقبرة الشیخ ولی اللہ الدھلوی، (ج ۸ ص ۲۶۲)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

"آپ (حضرت مولانا عبدالعلی صاحب دہلوی) حضرت مولانا نانوتوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے دہلی کے محدث شمار ہوتے تھے۔ مدرسہ عبدالرب دہلی میں ایک طویل مدت تک بحیثیت صدر مدرس درس حدیث دیا، آپ نے سینکڑوں شاگرد چھوڑے، تقویٰ طہارت اور استقامت میں آپ خود ہی اپنی مثال تھے آخری سانس تک جماعت کی نماز اور صف اولیٰ ترک نہیں ہوتی تھی، آخری عمر میں فالج کا اثر ہوگیا، نقل وحرکت سے معذور ہوگئے۔ اس حالت میں حکم کے مطابق خدام آپ کو اٹھاکر صف اولیٰ میں رکھ دیتے تھے اور آپ بیٹھ کر امام کی اقتداء کرتے تھے۔

اپنے استاذ میں فنائیت کا درجہ رکھتے تھے اور ہر وارد و صادر سے فرماتے تھے کہ "قاسمی بن جاؤ محروم نہیں رہو گے"، حکیم الامت حضرت تھانویؒ جیسے اکابر آپ کے تلامذہ میں سے تھے"

(تاریخ دار العلوم دیوبند ص۵۸)

فوائد و ملفوظات

مولانا ابوالحسن زید دہلوی نے آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے "مقامات خیر" میں مولاناؒ کے کچھ فوائد ذکر کئے ہیں، موصوف رقمطراز ہیں۔

(۱) "اس عاجز کا قاعدہ تھا کہ کتابوں کا مطالعہ ضرور کرتا تھا جب بخاری شریف میں حدیث شفاعت کے اس حصہ پر پہنچا "فاقول یا رب ائذن لی فیمن قال لا الٰہ الا اللہ قال لیس ذلک لک ولکن وعزتی وجلالی وکبریائی وعظمتی لأخرجن منہا من قال لا الٰہ الا اللہ"۔ تو مطالعہ کے وقت شروح و حواشی کا مطالعہ کیا اور جب حضرت مولانا کے سامنے یہ مبارک حدیث پڑھی تو کچھ خاموش ہوا، آپ نے فرمایا کیا بات ہے۔ عاجز نے علماء کرام رحمہم اللہ کا کچھ کلام ذکر کیا آپ نے فرمایا "میاں صاحبزادے جب اللہ کی رحمت کا ذکر عام ہے تم کیوں اس کو مقید کرتے ہو"۔ یہ فرما کر آپ کے آنسو جاری ہو گئے، اسی مبارک مضمون کیطرف اشارہ کرتے ہوئے عاجز نے لآلی منظومہ میں کہا ہے ؎

موحد بھی اپنی لگائے گا آس
کہ ابر کرم سے بجھالے پیاس

(ص۴۰)

(۲) جب حدیث شریف لاتشد الرحال عاجز نے پڑھی تو آپ نے یہ واقعہ بیان کیا حضرت مولانا قاسم کے ایک مخلص تھے، وہ ضلع میرٹھ کے تھے ان کا نام عبداللہ تھا وہ حج کو گئے ان کے رفقاء جلاہے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا میں وہاں بڑوں کو جلاہا کہتا ہوں، جب حج سے یہ لوگ فارغ ہوئے اور انہوں نے مدینہ منورہ کا قصد کیا تو جلاہوں نے میاں عبداللہ سے کہا، میاں صاحب اب مدینہ منورہ کا سفر کرنا ہے۔ تم کیا نیت کروگے آیا مسجد نبوی کی یا آپؐ کی زیارت کی میاں صاحب نے کہا، میں ان پڑھ ہوں آپ صاحبان عالم ہیں آپ بتائیں کہ آپ کس کی نیت کریں گے۔ جلاہوں نے کہا، ہم تو مسجد نبوی کی نیت کریں گے اور وہاں پہنچ کر زیارت بھی کرلیں گے، یہ سن کر میاں صاحب نے ہاتھ جوڑ کر جلاہوں سے کہا میں تو اس مبارک ذات کی نیت کروں گا جن کے طفیل سے اس مسجد شریف کو یہ منزلت ملی ہے" یہ واقعہ بیان کر کے حضرت مولانا کے آنسو جاری ہو گئے اور دو تین منٹ تک آپ روتے رہے۔ (صـ۴۱)

(۳) عاجز نے جب حدیث شریف۔ لولا قومك حديثوا عهد بالاسلام پڑھی تو آپ نے فرمایا، حرمین محترمین کے مزارات مبارکہ کے گنبدوں اور عمارتوں کو نجدیوں نے توڑا، اور اس حدیث شریف کی رو سے ان کا فعل ناجائز ہے۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نومسلم افراد کی وجہ سے کعبۃ اللہ کی عمارت کو اپنی اصلی حالت پر نہیں کیا تاکہ ان کا دل رنجیدہ نہ ہو حالانکہ وہ قبلہ ہے، نجدیوں نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے دلوں کو اپنے اس شنیع فعل سے آزردہ کیا ہے۔ (صـ۴۱)

مولانا حکیم سید عبدالحئی حسنیؒ اپنے سفرنامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"مولانا عبدالعلی صاحبؒ، دیر تک حضرت سید صاحب کے حالات ذکر کرتے رہے، مولانا قاسم صاحب کے حالات بیان کرتے رہے یہ بھی کہا کہ اگر مولانا قاسم کے حالات اور ان کے علم کا مشاہدہ میں نے خود نہ کیا ہوتا تو اگلے زمانے کے اکابر کے حالات افسانہ معلوم ہوتے، مولانا رشید احمد صاحب کی نسبت کہنے لگے کہ ایسے لوگ اب روئے زمین پر ڈھونڈنے سے نہیں ملیں گے۔"

یہ بھی قصہ انھوں نے بیان کیا کہ مولوی سعید الدین ایک معمولی استعداد کے آدمی سید صاحب کے دیکھنے والوں میں ان کے قافلہ کے تھے، سہارنپور میں رہتے تھے وہ بھی جیسا سید صاحب غفران مآب کے علی العموم مریدوں کا حال ہے، نہایت باخدا اور سچے مسلمان تھے۔ ان کے بیٹے سے کسی دوسرے شخص کا جھگڑا ہوگیا۔ اور نوبت بعدالت پہنچی فریق ثانی نے مولوی صاحب کو گواہی میں لکھ دیا، مولوی صاحب کو جانا پڑا اور بلا لحاظ واسطہ پدری کے اپنے بیٹے کے مخالف گواہی دی وہ آخر میں نابینا ہوگئے تھے اور باوجود پیرانہ سالی کے ہر روز کسی بچہ کو ساتھ لے کر مدرسہ پڑھانے آیا کرتے تھے کچھ سنتے تھے کچھ پڑھتے تھے ہمیشہ ان کا یہ شغل رہا میں نے ایسے وقت میں دیکھا ہے کہ نابینا ہوجانے کے بعد ان کی آنکھیں روشن ہوچکی تھیں۔ اور خود بلا وساطت کسی کے پھرتے تھے اس کا قصہ مولوی ثابت علی صاحب عجیب بیان کرتے تھے وہ سہارن پور میں مدرس ہیں اور میرے دوستوں میں ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ مولوی صاحب مرحوم اکثر کلام مجید پڑھا کرتے تھے اور رویا

کرتے تھے ایک مرتبہ میں دیکھتا کیا ہوں کہ وہ خود بخود چلے آرہے ہیں ان کی آنکھیں روشن ہیں میں نے پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے معلوم ہوا کہ آج بھی حسب معمول کلام مجید پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے آنسو جیسے ہی پونچھے آنکھیں روشن تھیں۔

اخلاقی انحطاط اور مذہبی تفریق کا ایک عبرتناک قصہ

یہ بھی قصہ مولوی عبدالعلی صاحب نے بیان کیا کہ سبزی منڈی یہاں سے بہت قریب ہے اس محلہ میں ایک مولوی صاحب آکر رہنے تھے وہ غیر مقلد تھے دن کو میاں صاحب کے مدرسہ میں رہتے تھے، اور رات کو وہاں کرایہ سے مکان تھا اس میں ایک بیوی صاحب بھی تھیں اسی محلہ میں ایک کبیر السن میاں جی رہتے تھے، وہ پابند اوقات تھے، محلہ کے لوگ ان کی تعظیم کرتے تھے، ایک دن ایک بڑھیا نے ان سے آکر کہا کہ مولوی صاحب کی بیوی نے آپ کو بلایا ہے کھڑے ذری کی ذری سن جائیے، میاں جی صاحب گئے پردے کے پاس بیوی صاحب نے آکر کہا کہ آپ باخدا آدمی ہیں مجھ کو للٰلہ اس ظالم کے پنجہ سے چھڑائیے انھوں نے کہا خیر ہے اس نے کہا خیر کہاں شر ہے، یہ میرا پیر ہے، میں اس کی مرید، میرے خاوند موجود ہیں، دھوکہ سے یہ مجھ کو نکال لایا ہے، میاں جی صاحب کو سن کر نہایت ہی تعجب ہوا اور واقعی تعجب کی بات ہے، میں نے یہاں تک جب قصہ سنا تو مجھ کو عجب حیرت ہوئی۔ مولوی صاحب فرمانے لگے کہ میاں جی نے اسکی تسلی تشفی کی، اس کے بعد چلے آئے، لیکن موقع کے منتظر رہے، ایک دن مولوی صاحب سے خلوت میں کہا کہ مجھ کو تنہائی میں آپ سے ایک راز کہنا ہے بشرطیکہ وہ کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے آپ تک رہے، انھوں نے کہا فرمائیے میاں صاحب نے کہا کہ میں بھی آپ کا ہم مذہب ہوں، مگر حضرت کیا کہئے اس محلہ کے لوگ ایسے سخت ہیں

آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ آدمی مار ڈالتے ہیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی اگر میں اظہار کروں تو خدا جانے میری کیا حالت ہو، مولوی صاحب نے کہا خیر یہ بہت مناسب ہے، آپ اپنا مطلب کہیئے، انھوں نے کہا اصل یہ ہے کہ اس محلہ میں ایک عورت سے مجھ کو کمال درجہ کی اُلفت ہے، لیکن اس کے خاوند موجود ہے، میں چاہتا ہوں کوئی ایسی تدبیر ہو کہ وہ میرے قابو میں آجائے اور شریعت میں بھی جائز ہو انھوں نے کہا کہ یہ کوئی دشوار امر نہیں ہے یہ لوگ یعنی حنفی المذہب مستحل الدم ہیں، ان کا مال، مال غنیمت ہے، ان کی بیویاں ہمارے واسطے جائز ہیں[1]، آپ قابو میں لا سکتے ہوں تو شوق سے لایئے انھوں نے کہا بس مجھ کو یہی چاہیئے تھا۔ اور وہاں سے چلے گئے، دوسرے وقت محلہ کے عمائد سے یہ قصہ بیان کیا اور یہ شرط کرلی کہ ان کو جان سے نہ ماریں، ان لوگوں نے اس کے خاوند کو بلا بھیجا، جب مولوی صاحب نماز کے واسطے آگے بڑھے تو ایک شخص نے نہایت درشتی کے ساتھ ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور نہایت ہی مزمت کی اور خاوند اپنی جورو کو لے کر چلا گیا، یہ قصہ حال ہی کا ہے مجھ کو اس کے سننے سے عورت کے نکال لانے پر اتنا استعجاب نہیں ہوا جتنا ان کا حنفیہ کے مستحل الدم سمجھنے پر تعجب ہوا۔

(دہلی اور اس کے اطراف ص ۵۶)

مولانا عبد العلی صاحبؒ کے دو خواب

مولاناؒ نے متعدد مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت فرمائی، ان میں سے اس وقت میں مولانا کے وہ دو خواب نقل کرتا ہوں جنمیں مولاناؒ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف صورتوں میں دیکھا کبھی لباس یہود و نصاریٰ میں اور کبھی

---

[1] علامہ سید سلیمان ندویؒ (م ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء) اس موقع پر حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اس واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس زمانہ میں احناف اور اہل حدیث کے تعلقات کتنے کشیدہ تھے اور آپس کی بدگمانیاں کس حد تک بڑھی ہوئی تھیں" (ماہنامہ "معارف" فروری ۱۹۳۹ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

لحیہ مبارک حلق شدہ ہے، یہ بات یاد رہے کہ شیطان متوحش خواب دکھا کر مؤمن کو ہر طرح سے پریشان کر سکتا ہے، مگر یہ بات اس کی قدرت سے باہر ہے کہ حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی وضع و ہیئت اختیار کر کے کسی مؤمن کو دھوکا دے ارشاد نبوی ہے :۔

من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی (رواہ البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ رض)

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے درحقیقت مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت بنا کر نہیں آسکتا۔

بعض محققین نے عجیب بات فرمائی کہ شیطان خواب میں حق تعالیٰ کی حیثیت سے ظاہر ہو کر افترا پردازی کر سکتا ہے اور دیکھنے والا دھوکہ کھا سکتا ہے کہ یہ واقعی باری تعالیٰ ہے لیکن حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کبھی اختیار نہیں کر سکتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مظہر ہدایت اور شیطان مظہر ضلالت ہے اور ہدایت و ضلالت میں ضد ہے اور حق تعالیٰ صفات اضلال و ہدایت اور تمام صفات متضادہ کا جامع ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مخلوق کا دعوی الوہیت صریح البطلان ہے اس لئے کسی طرح اشتباہ نہیں ہو سکتا بخلاف دعوائی نبوت کے ہزاروں لاکھوں تہی دستان قسمت خود ساختہ نبیوں کی خانہ ساز نبوت پر ایمان لا کر راہ حق سے بھٹک جاتے ہیں اسی بنا پر جناب سرور کون و مکان علیہ الصلوۃ والسلام کی شکل اختیار کر کے اسے لوگوں کو دھوکا دینے کی قدرت نہیں دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ مدعی الوہیت سے خوارق عادت کا صدور ممکن ہے لیکن اگر کوئی دعوائی نبوت کرے تو اس کی اعجاز نمائی کی قدرت سلب کر لی جاتی ہے تاکہ خدا کی کمزور مخلوق خوارق کی وجہ سے اس کے دام تزویر میں نہ پھنس سکے۔ (مقدمہ تعبیر الرؤیا، ص ۴)

پھر اس میں اختلاف ہے کہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی حلیہ اور حقیقی صورت کا دیکھنا ضروری ہے یا نہیں ؟

شاہ رفیع الدین صاحبؒ (م ۱۲۳۳ھ) اور سید المعبرین ابن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) اور قاضی عیاضؒ (م ۵۴۴ھ) کا یہ مسلک ہے کہ آپ کی اصلی صورت کا دیکھنا ضروری ہے، فن تعبیر میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (م ۱۳ھ) کے بعد ابن سیرین کے برابر کسی کا درجہ نہیں آپ کے پاس آکر اگر کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت کا خواب بیان کرتا تو اس سے حلیہ اور علامت دریافت فرماتے اگر اس کی بتائی ہوئی علامات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان علامات سے مطابقت کرتیں جو کتب سیرت میں منقول ہیں تو قبول فرماتے ورنہ رد فرما دیتے "فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی" سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت متعینہ اگر دیکھی ہے تو یقین ہوگا کہ یہ شیطانی تمثل نہیں۔

مگر جمہور علماء اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ (م ۱۲۳۹ھ) اور امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) کا مسلک یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلی علامات کا دیکھنا ضروری نہیں صرف اتنا کافی ہے کہ رائی بوقت رؤیت یہ یقین کیے ہوئے ہو کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف صورتوں میں دکھائی دینا کبھی رائی کے قلب کا عکس ہوتا ہے مثلاً اچھی صورت میں دکھائی دینا رائی کے قلب کی صفائی کی دلیل ہے اور کسی ناجائز صورت یا ناجائز لباس میں دکھائی دینا رائی کی سیئات کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اور کبھی رائی کی حالت کی طرف اشارہ نہیں ہوتا بلکہ کسی حالت عامہ سے تعبیر ہوتی ہے (ارشاد القاری الی صحیح البخاری ص ۵۸ ج ۳) اس تمہید کے بعد میں مولاناؒ کے خواب نقل کرتا ہوں۔

(۱) صاحب "مقاماتِ خیر" تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا عبد العلی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"میں نے حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں یہ خواب دیکھا کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، آپ اونٹ پر سوار ہیں، اور اونٹ کی نکیل مولانا کے مونڈھے پر پڑی ہوئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی کیفیت میں جس کا بیان محدثین نے کیا ہے البتہ آپ کی لحیۂ مبارک حلق شدہ ہے، اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے پیچھے چل رہا ہوں، اس خواب کو میں نے حضرت مولانا سے بیان کیا آپ نے فرمایا "تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ کی ہے اور آپ کا اظہار حلق لحیہ کی صورت میں یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اب آپ کی یہ مبارک سنت ترک کر دی جائے گی، مولانا کی وفات ۱۲۹۷ھ میں ہوئی ہے ان دنوں ڈاڑھی منڈانے کا روز افزوں رواج مولانا کے خواب کی صحیح تعبیر بن کر سامنے آ رہا ہے" ص۴۲

(۲) دوسرا خواب "ارشاد القاری" میں مذکور ہے۔

"مولانا عبد العلی صاحب مدرس مدرسہ عبد الرب نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوٹ پتلون پہنے ہوئے ہیں، تو بہت پریشان ہوئے، اور حضرت گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں لکھا، آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "اس میں آپ کی کسی برائی کی طرف اشارہ نہیں بلکہ دین پر غلبۂ نصرانیت کی طرف اشارہ ہے" (ص ۳۵۸)

مولانا رح کے ان دونوں خوابوں میں ہر دو اکابرین کی تعبیر کے مطابق تیسری صورت یعنی حالت عامہ سے تعبیر ہوتی ہے۔

ازواج واولاد

یہ عنوان شروع میں ہونا چاہئے تھا لیکن مجھے مولانا رح کے نکاح وازواج اور اولاد کا تفصیلی تذکرہ معلوم نہ ہوسکا اس لئے آخر میں درج کر دیا، ہاں اتنا معلوم ہو سکا کہ مولانا کا نکاح "مدرسہ عبدالرب کے بانی مولانا عبدالرب صاحب دہلوی رح کی صاحبزادی سے ہوا تھا، مولانا رح کے ایک جوان مرگ صاحبزادے عبدالجلیل تھے جنکا تذکرہ مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رح نے اپنے ایک خواب میں کیا ہے جسکو موصوف نے "تحدیث بالنعمۃ" کے عنوان سے اپنی بیاض میں تحریر فرمایا ہے جس میں سیدنا حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مولانا رح کو صاجزادے کی وفات پر صبر کی تلقین اور آرام وراحت کی بشارت کا ذکر ہے اس لئے اس خواب کو پورا نقل کرتا ہوں۔

حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب رح تحریر فرماتے ہیں۔

"جمادی الاخری ۱۳۲۳ھ کی آخری تاریخوں میں عاصی پراز معاصی راقم الحروف مرغوب احمد غفرلہ ولوالدیہ ولمشائخہ الکرام کو دہلی مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم میں عالم رؤیا میں حضرت خلیل اللہ سیدنا ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین کی زیارت نصیب ہوئی، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مدرسہ میں تشریف آوری کی اطلاع ہوتے ہی فقیر نے عالم شوق میں مدرسہ کے طلباء کو یہ کہتے ہوئے بیدار کیا کہ بزرگان دین کی ملاقات سے ہمیں کس قدر مسرت ہوتی ہے، آپ تو خلیل اللہ ہیں، جلدی دوڑ کر شرف زیارت حاصل کرو چنانچہ طلبہ حاضر خدمت ہوگئے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام شمالی جانب صحن مسجد میں مولانا محمد شفیع صاحب رح کی درسگاہ کے حجرہ کے سامنے قبلہ رو دوزانو تشریف فرما تھے، اور مواجہ میں حضرت کے حضرت مولانا عبدالعلی صاحب محدث

وصدر مدرس و ناظم مدرسہ نہایت ادب سے بیٹھے تھے۔ دیگر مدرسین و طلبہ اطراف میں نہایت ادب سے بیٹھے ہوئے زیارت سے مشرف ہو رہے تھے، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا حلیہ مبارک آج پچاس سال کے بعد بھی ذہن میں محفوظ ہے، میانہ قامت لیکن قریب کشیدہ قامت کے رنگ نہایت سرخ و سفید، جسم اطہر نہ ہلکا نہ بھاری لیکن بھرا ہوا سیاہ جبہ و عمامہ باندھے ہوئے، میری خوشی کا اس وقت جو عالم تھا اس کے اظہار سے قاصر ہوں۔

حضرت مولانا عبد العلی صاحبؒ نے نہایت ادب سے عافیت مزاج اقدس دریافت کرنے کے بعد تشریف آوری و تصدیع فرمائی کا سبب دریافت کیا تو حضرت خلیل اللہ نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ میں مولوی رشید احمدؒ کو لینے آیا ہوں (اسی ماہ میں مورخہ ۸ ر جمعہ کو مولانا کا انتقال ہوگیا تھا۔ یہ واقعہ انتقال کے کچھ روز بعد کا ہے)

اس کے بعد حضرت خلیل اللہ نے مولانا عبد العلی صاحبؒ سے فرمایا کہ مولوی صاحب مجھے آپ کے جوان صاحبزادے عبد الجلیل کے انتقال کی اطلاع ہوئی تھی مرحوم بہت آرام سے ہے آپ صبر کیجئے۔

اس کے بعد حضرتؑ نے فرمایا کہ میں مدرسہ امینیہ دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ حضرت خلیل اللہ کے ہمراہ طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ فقیر بھی سنہری مسجد میں گیا، مدرسہ کی سیڑھی کے سامنے اوپر میں مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا حجرہ تھا سیڑھی چڑھ کر اوپر تشریف لے گئے پھر واپس اترے ہم نیچے کھڑے تھے، حضرت کا حجرہ کی سیڑھی سے اترنے کا سماں اب تک میری نظروں میں گھوم رہا ہے۔

حضرتؑ کی شکل و شباہت، قد و قامت اور خوبصورتی کی مثال و مشابہت

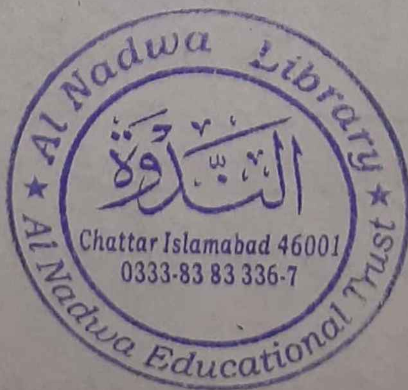
میں اگر ناقص تشبیہ کسی کے ساتھ دے سکوں تو مولانا عبدالحق صاحب حقانی مرحوم اور میرے والد مرحوم کو دے سکتا ہوں۔

الحمد للہ والشکر للہ

علالت اور سانحہ وفات

مولانا رہ طویل عرصہ سے فالج کے مرض میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور حرکت کرنے سے معذور ہو گئے تھے ایسی حالت میں بھی ایک مدت تک درس دیتے رہے پلنگ پر گاؤ تکیہ سے سہارا لگا کر تشریف فرماتے بالآخر وقت موعود آپہونچا، پوری عمر خدمت حدیث میں گذار کر سالہا سال سے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے اور سننے والے دہلی کے محدث دارالعلوم کے عظیم کے فرزند نے یکشنبہ ۱۲ر جمادی الاولی ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۸ء کو دہلی کے مدرسہ عبدالرب میں داعی اجل کو لبیک کہا، جنازے میں اس قدر ہجوم تھا کہ گویا پوری دہلی امنڈ آئی ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کے مقبرہ میں آسودہ خواب ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را



ضمیمہ

"تذکرہ عبد العلی"، کا مسودہ کتابت کے مراحل طے کر چکا تھا کہ نظر سے ماہنامہ "ندائے شاہی"، کا "تاریخ شاہی نمبر"، گذرا جسمیں مولانا معز الدین احمد صاحب قاسمی معتمد امارت شرعیہ ہند کے قلم سے مولانا عبد العلی صاحب کا تذکرہ ص ۳۰۴ سے ص ۳۱۶ تک موجود ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ راقم کے اس ترتیب دادہ مسودہ میں ایک جگہ سہو ہے اس غلطی کے ازالہ کے لئے مناسب سمجھا گیا کہ بطور ضمیمہ جو صحیح بات سمجھ میں آئی وہ لکھدوں۔ ساتھ ہی مولانا عبد العلی صاحب کے دوسرے تلامذہ جنکا مجھے بعد میں علم ہوا ان کی فہرست بھی شامل کر دوں۔ وھو ہذا

راقم نے اس رسالہ کے ص ۱۱ پر یہ لکھا تھا۔

"مظاہر سے استعفیٰ کے بعد مدرسہ شاہی مراد آباد کے صدر مدرس ہوئے اور تقریباً پانچ چھ سال وہاں قیام فرمایا پھر ۱۳۱۲ھ میں دہلی تشریف لائے اور مدرسہ مولوی عبد الرب"، کے منصب صدارت کو زینت بخشی اور بقیہ زندگی اسی مدرسہ میں درس حدیث میں مشغول رہے اور تشنگان علوم کو فیض پہنچاتے رہے"

مگر صحیح یہ ہیکہ آپ مراد آباد سے مدرسہ حسین بخش دہلی اور وہاں سے پھر مراد آباد تشریف لائے اور مراد آباد سے اکابرین دار العلوم کے اصرار پر دوبارہ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے جسکی تفصیل یہ ہے۔

مدرسہ مظاہر علوم سے مستعفی ہو کر آپ ہندوستان کی ایک اور بڑی دینی درسگاہ مدرسہ شاہی مراد آباد میں ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ

میں تشریف لائے اور حضرت مولانا عبدالحق پورقاضوی (م ۱۳۰۲ھ) تلمیذ حضرت نانوتوی کے ریاست رتلام منتقل ہو جانے کے بعد بزم آرائے صدارت تدریس ہوئے اور شعبان ۱۳۱۱ھ تا ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ کے علاوہ اواخر شعبان ۱۳۱۴ھ تک مسند صدارت تدریس پر جلوہ افروز رہکر تشنگان علوم نبوت کو سیراب کیا۔

آپ کے علم و تقویٰ اور فضل و کمال سے ارباب شاہی والیان مرادآباد اس قدر متاثر تھے کہ اپنے سے جدا کرنا گوارہ نہ ہوا اور جب آپ کسی ناگوار سبب سے شعبان ۱۳۱۱ھ میں مستعفی ہوکر چلے گئے تو ارباب مدرسہ باصرار دوبارہ واپس لائے اور آپ دوبارہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ کو منصب صدارت پر جلوہ افروز ہوئے اور شعبان ۱۳۱۴ھ تک قیام فرمایا۔

اس ایک سالہ مدت علیحدگی میں مدرسہ حسین بخش دہلی کی صدارت تدریس کو رونق بخشی، صاحب نزہۃ الخواطر مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی لکھتے ہیں۔ تصدر للتدریس فی مدرسۃ المرحوم حسین بخش بدھلی فی سنۃ اثنی عشر وثلاث مائۃ الف ولبثنہ ببلدۃ دھلی (نزہۃ الخواطر ص ۲۶۲ ج ۸)

دارالعلوم دیوبند میں دوبارہ: شعبان ۱۳۱۴ھ کی آخری تاریخ کو ارباب مدرسہ شاہی کو قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رہ کے تعمیل ارشاد میں آپ کی جدائی اختیار کرنی پڑی اور آپ یکم رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ میں مدرس دوم ہوکر دوبارہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے روئیداد مدرسہ ۱۳۱۴ھ میں مذکور ہے۔

(سرپرست مدرسہ حضرت گنگوہیؒ نے، مولوی خلیل احمد صاحب کی تبدیلی ۸ جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ سے سہارنپور میں فرمائی اور اس مدرسہ کے منتظمان کے تردد اور تشویش کا یہ عمدہ تدارک کیا ہے کہ جناب مولوی عبد العلی صاحب مدرس مدرسہ مراد آباد کو یہاں بلا لیا۔ ہر چند مدرسہ مراد آباد کے منتظم کسی طرح مولوی صاحب کے دینے پر راضی نہ تھے، لیکن مولانا صاحب سرپرست کے امتثال حکم میں سب کو مجبوری ہوئی اور بالآخر مولوی عبد العلی صاحب کو لکھا۔ رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ سے یہاں تشریف لانا ہوا اور منتظمان مدرسہ ہذا کو اس سخت تشویش سے رہائی ہوئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

؎ آں چناں غم کہ داشت خاطر ما ایں چنیں غمگساری بایست

اس دوسری مرتبہ کی دار العلوم میں آمد کس اہتمام اور طلب سے ہوئی اس کی کچھ تفصیل مدرسہ شاہی مراد آباد کے رجسٹر کاروائی شوریٰ سے ملاحظہ فرمائیں۔

"شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ صدر المدرسین دار العلوم دیوبند متوفی ۱۳۳۹ھ اور مہتمم حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ متوفی ۱۳۴۷ھ حضرت گنگوہیؒ کا مکتوب گرامی لے کر ۲۸ رجب ۱۳۱۴ھ کو مراد آباد تشریف لائے جس میں حضرت گنگوہیؒ نے مہتمم مدرسہ شاہی نواب مولانا محی الدین خاں مراد آبادیؒ متوفی ۱۳۴۷ھ کو لکھا تھا کہ" مدرسہ سہارنپور میں چونکہ ایک قابل شخص کی ضرورت تھی مولوی خلیل احمد صاحبؒ کو سہارنپور مامور کر دیا گیا مدرسہ دیوبند میں مدرس دوم خالی ہے اس کے واسطے ایک اعلیٰ لائق کی حاجت ہے میری رائے

میں عبدالعلی صاحب اس منصب کے واسطے نہایت موزوں ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ بطیب خاطر ان کو دیوبند کیلئے اجازت دیدیں۔ حضرت گنگوہیؒ کا یہ مکتوب آپ کے کمال صلاحیت اور اعلیٰ علمی لیاقت پر شاہد عدل ہے۔"

نواب مولانا محی الدین خاں مرادآبادیؒ نے ارباب مشورہ سے رائے طلب کر کے جواب لکھا کہ "بندہ کو تعمیل ارشاد عالی میں کچھ توقف نہیں بسروچشم اور یہاں کے اکثر ارباب مشورہ کی بھی رائے یہی ہے کہ تعمیل ارشاد کی جاوے ہر چند کہ بظاہر ترددات ہیں۔

دارالعلوم میں آپ کا دوسرا تدریسی دور ۱۳۱۴ھ سے ۱۳۱۷ھ تک رہا دارالعلوم کے بعد آپ دوبارہ صدر مدرس ہو کر مدرسہ حسین بخش دہلی رونق افروز ہوئے دارالعلوم کی روئیداد ۱۳۱۷ھ ص۲ پر مرقوم ہے کہ۔

"بصد افسوس ظاہر کیا جاتا ہیکہ مولوی عبدالعلی صاحب مدرس دوم مدرسہ یہاں سے یکایک ترک تعلق کر کے مدرسہ حسین بخش دہلی تشریف لے گئے مولوی صاحب موصوف حسب معمول تعطیل رمضان شریف میں مکان کو تشریف لے گئے تھے اور ہم کو ظاہراً کوئی وجہ اس گمان کی نہ تھی کہ تشریف نہ لاویں گے مگر بعد ختم تعطیل مولوی صاحب نے ایسے قطعی طور پر لکھا کہ میں نہ آوں گا کہ ہم کو ہرگز موقع عرض کرنے کا نہ رہا اور تعجب و حسرت کے ساتھ ساکت ہونا پڑا اخیر اللہ تعالیٰ ہر جگہ مولوی صاحب کو خوش رکھے اور اس مدرسہ کے واسطے کوئی عمدہ صورت پیدا کر دیوے۔"

مدرسہ حسین بخش کے بعد غالباً ۱۳۲۰ھ میں آپ دہلی کی مشہور درسگاہ مدرسہ عبدالرب میں تشریف لائے اور یہیں تادم زیست علم حدیث کی شمع کو روشن رکھا۔

بقیہ تلامذہ۔ یہاں آپ کے ان تلامذہ کی فہرست درج کرتا ہوں جن کا علم مجھے بعد میں ہوا۔

مولانا فیض الحسن پورقاضوی رح
مولانا رحیم بخش سہارنپوری رح
مولانا جان محمد پنجابی رح سابق قاضی ریاست ٹونک
مولانا فخر الدین گنگوہی رح
مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رح
مولانا عبدالمجید شاہجہانپوری (م ۱۳۵۴ھ)
مولانا امین الدین بانی مدرسہ امینیہ دہلی (م ۱۳۳۹ھ)
مولانا سید احمد فیض آبادی رح بانی مدرسہ شرعیہ مدینہ منورہ (م ۱۳۵۸ھ)
مولانا ضیاء الحق دیوبندی رح صدر مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (م ۱۳۷۳ھ)
مولانا احمد حسین بعام سملکی رح بانی مدرسہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (م ۱۳۳۷ھ)
مولانا محمد نذیر پالنپوری رح (م ۱۳۸۵ھ)

تصنیف و تالیف۔ ۱۲۹۶ھ میں آپ نے لالہ انند لعل سکریٹری آریہ سماج میرٹھ کے مضمون دل آزار مطبوعہ رسالہ آریہ سماچار میرٹھ بابت اساڑھ ۱۹۳۹ء بکرمی کے جواب میں اپنے استاذ حضرت نانوتوی رح کے حکم سے ایک رسالہ تحریر فرمایا جو "جواب ترکی بہ ترکی" کے نام سے شائع ہوا یہ رسالہ ردّ آریہ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اس رسالہ کو حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رح کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مگر

یہ آپ کا تحریر فرمودہ ہے (جو آپ نے ۹ یا ۱۰ رمضان المبارک ۱۲۹۶ھ کو شروع کر کے ۲۱ رمضان ۱۲۹۶ھ بروز سہ شنبہ گیارہ بارہ دن میں پورا کیا)، جیسا کہ کتاب کے آخر میں لکھا ہے۔

"راقم بندہ کمترین گنہگار عبد العلی عفی عنہ ۲۱ رمضان ۱۲۹۶ھ بروز سہ شنبہ نیز ٹائیٹل پر تحریر ہے۔

"رسالہ" جواب ترکی بہ ترکی" جس میں آریہ سماج کے رسالہ میرٹھ کے جوابات بایمائے حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین جناب مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند لکھے گئے ہیں اور اسی طرز استدلال پر جواب دیا گیا ہے" اس کے علاوہ آپ کی کسی تصنیف کا علم نہ ہو سکا۔

مرغوب احمد لاجپوری
حال مقیم ڈیوزبری (انگلینڈ)
۲۵ شوال ۱۴۱۳ھ
۱۸ اپریل ۱۹۹۳ء
بروز یکشنبہ